دعوتِ اسلامی

www.dawateislami.net

دعوتِ اسلامی

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کُتُبِ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور المدینۃ العلمیۃ

از: بانیٔ دعوتِ اسلامی، عاشقِ اعلیٰ حضرت، شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت
حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَبِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''دعوتِ اسلامی'' نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس "المدینۃ العلمیۃ" بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
(۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب
(۴) شعبۂ تراجمِ کتب
(۵) شعبۂ تخریج
(۶) شعبۂ تفتیشِ کُتُب

"المدینۃ العلمیۃ" کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولانا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزّوجلّ ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول "المدینۃ العلمیۃ" کو دِن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا

شہادت، جنت البقیع میں مدفن اور جنت الفردوس میں اپنے مدنی حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا پڑوس نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

الحمد للّٰہ عزّوجلّ ! ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ اپنے بزرگوں کی کتابیں آسان سے آسان انداز میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے رہیں چنانچہ اس سلسلے میں سیدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، رہبرِ شریعت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے کئی عربی ، اردو اور فارسی رسائل طبع ہوکر عوام وخواص سے خراجِ تحسین پاچکے ہیں اسی سلسلے کی ایک اور کڑی سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کا عرب وعجم میں نہایت ہی مشہور ومعروف رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم في أحکام قرطاس الدراھم" بنام "کرنسی نوٹ کے مسائل"، پیشِ خدمت ہے، جس میں آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن سے ایسے بارہ سوالات کیے گئے ہیں جن کا تعلق کرنسی نوٹ کے مسائل سے تھا چنانچہ آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے ان سوالات کے جوابات قرآن وحدیث اور کثیر کُتبِ فقہیہ کی روشنی میں محققانہ انداز میں عطا فرما کر حقِ تحقیق ادا کردیا جبکہ اسی کرنسی نوٹ کی شرعی حیثیت جاننے میں اہلِ علم حضرات عرصۂ دراز سے متذبذب ومتردّد تھے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کے ان تحقیقی جوابات کی روشنی میں وہ اشکالات بھی رفع ہوگئے۔

بہر حال چند ہم عصر علماء نے بھی کرنسی نوٹ سے متعلق سوالات کے جوابات دیے لیکن ان کی تحقیق قوانینِ شرعیہ کے پیشِ نظر ناقص وکمزور تھی۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس "رسالے" میں ان کے بیان کردہ ضعیف دلائل کا تعاقب فرما کر حکم شرعی خوب اچھے انداز میں واضح فرمادیا۔

مزید یہ کہ اس "رسالے" میں سود کی حد بندی کرکے جائز طریقوں پر نفع حاصل کرنے کی مختلف صورتیں بھی تحریر فرمائی ہیں، الغرض! سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کا یہ "رسالہ" دلائل وبراہین سے مزیّن وآراستہ ہے۔ اور اس "رسالے" کی اہمیت اورافادیت کے پیشِ نظر اسے "رسالہ" کراچی "یونیورسٹی" کے ایم، اے، کے نصاب میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ ہم نے عام قارئین کی آسانی کے لیے "مقدمہ" میں اس "رسالے" کا خلاصہ بھی پیش کردیا ہے۔

اس "رسالہ" کو جدید طرز اور اچھے انداز میں پیش کرنے کے لیے تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کی مجلس "المدینۃ العلمیۃ" کے مَدَنی علماء نے خوب کوششیں کی ہیں جس کا اندازہ ذیل میں دی گئی کام کی تفصیل سے لگایا جاسکتا ہے

۱۔ آیات واحادیث اور دیگر عبارات کے حوالہ جات کی مقدور بھر تخریج کی گئی ہے۔

www.dawateislami.net

۲۔ مشکل الفاظ اور فقہی اصطلاحات کے پیشِ نظر ترجمے کو آسان اردو زبان میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عام قاری کو بھی یہ "رسالہ" پڑھنے میں دشواری نہ ہو۔

۳۔ جگہ جگہ عربی الفاظ اور مشکل فقہی اصطلاحات کا انگلش میں ترجمہ کردیا گیا ہے اور "رسالہ" کی ابتداء ہی میں ان تمام اصلاحات کو چند فائدوں کے ساتھ جمع کردیا گیا ہے جنہیں یاد رکھ کر یہ "رسالہ" بآسانی سمجھا جاسکتا ہے۔

۴۔ نئی گفتگو نئی سطر میں درج کی گئی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو باآسانی مسائل سمجھ آسکیں۔

۵۔ آیاتِ قرآنیہ کو منقش بریکٹ ﴿ ﴾، متنِ احادیث کو ڈبل بریکٹ (( ))، کتابوں کے نام اور دیگر اہم عبارات کو Inverted commas " " سے واضح کیا گیا ہے۔

۶۔ آخر میں ماخذ و مراجع کی فہرست، مصنفین و مؤلفین کے ناموں، ان کی سنِ وفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کردی گئی ہے۔

اسی طرح اس "رسالہ" کو آپ تک پہنچانے سے پہلے کئی مرتبہ پروف ریڈ کیا گیا ہے اور ساتھ ہی احتیاط کے ساتھ فقہی مسائل بھی دیکھ لیے گئے ہیں تاکہ یہ "رسالہ" حتی المقدور فقہی مسائل میں غلطیوں، فنی قصور اور دیگر نقائص سے محفوظ رہے چنانچہ اس "رسالہ" میں آپ حضرات کو جو خوبیاں دکھائی دیں وہ اللہ عزوجل کی عطا، اس کے پیارے حبیب نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی نظرِ کرم، علماء کرام رحمہم اللہ اور شیخ طریقت امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دام ظلہ العالی کے فیض سے ہیں اور جو خامیاں نظر آئیں ان میں یقیناً ہماری کوتاہی ہے۔

اس رسالہ کی اشاعتِ اول کی تسہیل مولانا محمد شاہد العطاری المدنی بن حبیب عالم رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے کی تھی۔ موصوف سانحۂ نشتر پارک (۱۴۲۷ھ) میں شہید ہوگئے تھے۔ اللہ تعالی ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ آمين بجاه النبي الأمين صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

موصوف نے درسِ نظامی (عالم کورس) کی تعلیم دعوتِ اسلامی کے ادارے "جامعۃ المدینہ" میں مکمل کی، اور ۲۰۰۴ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے علمی و تحقیقی ادارے "المدينة العلمية" میں اپنی خدمات انجام دیتے رہے اور کئی کتابوں کے تراجم کے بنیادی مراحل طے کیے جن میں "المتجر الرابح في ثواب العمل الصالح" بنام "جنت میں لے جانے والے اعمال"، "بحر الدموع" بنام "آنسوؤں کا دریا" اور "الزواجر عن اقتراف الكبائر" بنام "جہنم میں لے جانے والے اعمال" کا کچھ ترجمہ شامل ہے۔

قارئین خصوصاً علماء کرام دامت فیوضہم سے گزارش ہے کہ اس "رسالہ" کے معیار کو مزید بہتر بنانے کے بارے میں ہمیں اپنی قیمتی آراء اور تجاویز سے تحریری طور پر مطلع فرمائیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی اس "رسالہ" کو عوام و خواص کے لیے نفع بخش بنائے!

آمين بجاه النبي الأمين صلّى الله تعالىٰ عليه وآله وأصحابه وبارك وسلم !

شعبۂ کتب اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمن (المدينة العلمية)

www.dawateislami.net

اس کتاب میں موجود ضروری اصطلاحات کی تعریفات

(DEFINATIONS OF ESSENTIAL TERMINOLOGIES)

(۱) **بَیع** : دو شخصوں کا باہم رضامندی سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ مال کا مال سے تبادلہ کرنا۔ (SALE)

(۲) **مَبیع**: وہ چیز جس کو بیچا جاہے۔ (SOLD THINGS)

(۳) **بائع**: کسی بھی چیز کے بیچنے والے کو "بائع" کہتے ہیں۔ (SELLER)

(۴) **مُشتری**: کسی چیز کے خریدنے والے کو "مشتری" کہتے ہیں۔ (PURCHASER)

(۵) **دَین**: ایسی چیز جو کسی کے ذمہ کسی عقد یا فعل کے سبب لازم ہو جائے "دین" ہے (FINANCIAL CLAIM)

مثلاً: اُدھار خرید و فروخت کی وجہ سے جو چیز ذمہ پر لازم ہو، اُسے "دَین" کہتے ہیں۔

ایسے ہی کسی کی چیز کو ہلاک کرنے پر جو ضمان (تاوان) لازم آتا ہے، اسے بھی "دین" کہتے ہیں۔ اور اسی طرح کسی سے کوئی چیز قرض لینے کی صورت میں جو چیز ذمہ پر واپس دینا لازم ٹھہرے، اُسے بھی "دین" کہتے ہیں۔

(۶) **دائن**: دَین دینے والا، قرض دینے والا، قرض خواہ۔ (CREDITOR)

(۷) **مدیون**: جس شخص پر دَین ہو، مقروض، قرضدار۔ (DEBTOR)

(۸) **قــرض**: مثلی چیزوں میں سے کوئی چیز کسی کو دینا اس غرض سے کہ بعد میں اسی کے مثل چیز وصول کرے "قرض" کہلاتا ہے۔ (LOAN)

فائدہ: "قرض" اور "دَین" میں عُمُوم خُصُوص مِن وَجہٍ کی نسبت ہے یعنی ہر قرض دَین ہے لیکن ہر دَین قرض نہیں۔

(۹) **مال**: ہر وہ چیز جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور اس کا جمع کر کے رکھنا ممکن ہو "مال" کہلاتی ہے۔

(PROPERTY)

(۱۰) **مال متقوم**: اس مال کو کہتے ہیں جس سے نفع اٹھایا جانا ممکن ہو۔

(THINGS WITH COMMERCIAL VALUE)

(۱۱) **ثمن**: وہ مال ہے جو خریدنے اور بیچنے والے کے درمیان مبیع کے بدلے میں طے

www.dawateislami.net

پائے۔ (PRICE)

(۱۲)**ثمن اصطلاحی**: وہ ثمن ہے جو درحقیقت متاع (سامان) ہے لیکن لوگوں کی اصطلاح نے اسے ثمن بنادیا ہو جیسے کرنسی نوٹ اور تانبے یا پیتل کے سکے۔ (TERMINOLOGICAL CURRENCY)

(۱۳)**ثمن خلقی**: وہ ثمن ہے جو پیدائشی طور پر ثمن ہو اور وہ ہر حال میں ثمن ہی رہتے ہوں یعنی ان کی ثمنیت کو کوئی باطل ہی نہ کر سکے جیسے۔ سونا چاندی۔ (REAL MONEY)

(۱۴)**قیمت**: کسی چیز کا بھاؤ جو بازار میں رائج ہو قیمت کہلاتا ہے۔ (VALUE)

(۱۵)**اشرفی**: سونے کے سکّے کو کہتے ہیں۔ (GOLD COIN)

(۱۶)**دینار**: سونے کے سکّے کو کہتے ہیں۔ (GOLD COIN)

(۱۷)**درہم**: چاندی کے سکّے کو کہتے ہیں۔ (SILVER COIN)

(۱۸)**نوٹ**: کاغذی کرنسی کو نوٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(NOTE / PAPER MONEY)

(۱۹)**روپیہ**: روپیہ سے مراد چاندی کا بنا ہوا سکّہ ہے۔

(SILVER COIN)

فائدہ: اس کتاب میں جہاں کہیں لفظ "روپیہ" آیا ہے اس سے مراد "چاندی کا روپیہ" ہے کیونکہ جس زمانے میں یہ کتاب تصنیف کی گئی تھی اُس وقت "روپیہ" بول کر "چاندی کا روپیہ" مراد لیا جاتا تھا بہر حال کتاب میں جہاں کہیں لفظ "روپیہ" آیا ہے وہاں "چاندی کا روپیہ" لکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ کتاب آسان سے آسان ہو جائے

(۲۰)**فلوس**: فلس کی جمع ہے کسی بھی قسم کے سکے کو کہتے ہیں۔ (COIN)

(۲۱) **پیسہ**: تانبے یا پیتل وغیرہ سے بنائے ہوئے سکّے کو کہتے ہیں۔ (COIN)

(۲۲) **نقدین**: سونا اور چاندی کو کہتے ہیں۔ (GOLD & SILVER)

(۲۳) **بیع مطلق**: اس بیع کو کہتے ہیں جس میں روپے کے بدلے کوئی سامان وغیرہ خریدا یا بیچا جاتا ہے۔

(UNCONDITIONAL SALE/ABSOLUTE SALE)

(۲۴) **بیع صَرف**: ایسی بیع کو کہتے ہیں جس میں ثمن خلقی کے بدلے ثمن خلقی کو خریدا یا بیچا جاتا ہے جیسے نقدین (سونے اور چاندی) کے بدلے نقدین کی بیع۔ (MONEY EXCHANGE)

www.dawateislami.net

(۲۵) **بیع مقایضہ**:اس بیع کو کہتے ہیں جس میں روپے اشرفی نہیں بلکے ایک سامان کے عوض دوسرا سامان خرید ا بیچا جاتا ہے۔ (BARTER SALE)

(۲۶) **بیع سلم** :اس بیع کو کہتے ہیں جس میں ثمن پہلے دیا جاتا ہے اور مبیع کچھ مدت بعد دی جاتی ہے۔

(V.A LIVRER)

فائدہ: بیع سلم کو لفظ "بدلی" سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲۷) **بیع عینہ**: کوئی شخص ایک چیز ادھار بیچے اور خریدنے والے کے قبضہ میں دے اور پھر ثمن وصول کرنے سے پہلے بیچنے والا خود اس چیز کو پچھلے ثمن سے کم پر نقد خرید لے (SALE ON CREDIT)

(۲۸) **قبضۂ طرفین** :بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کا ثمن اور مبیع پر قبضہ کر لینا قبضۂ طرفین کہلاتا ہے اور قبضۂ طرفین صرف" بیعِ صَرف "میں شرط ہے (CUSTODY FROM BOTH SIDES)

(۲۹) **یَدًا بِیَدٍ** (دست بدست) سے فقہاء کرام کی مراد یہ ہے کہ مبیع اور ثمن دونوں چیزیں معیّن ہو جائیں یعنی بائع اور مشتری پر کسی طرح کا دَین (قرض) نہ رہے۔

دعوتِ اسلامی
www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

نوٹ کی فقہی حیثیت

نوٹ جو کہ درحقیقت کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے کافی عرصہ سے بطور مال استعمال کیا جا رہا ہے لوگ اس کے ذریعے سے اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں، خرید و فروخت کرتے ہیں، اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ الغرض مال ہونے کی حیثیت سے اسے ہر جگہ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اس کی فقہی حیثیت کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ کے درمیان کافی اختلاف رہا کوئی اسے سونے کی رسید (Receipt) کہتا اور کوئی ثمنِ اصطلاحی (ثمن اصطلاحی (Terminological currency وہ ثمن ہے جو درحقیقت متاع (سامان) ہوتا ہے لیکن لوگوں کی اصطلاح (Terminology) نے اسے ثمن بنادیا ہو جیسے کرنسی نوٹ اور تانبے یا پیتل کے سکے)۔ علماء کے درمیان اس اختلاف (Confilict) کی اصل وجہ بذات خود نوٹ تھا کیونکہ نوٹ ابتداءً سونے کی رسید تھے اور انہیں بینک کے سپرد کر کے سونا بھی وصول کیا جا سکتا تھا۔

جبکہ بدلتے ہوئے اقتصادی و معاشی حالات کے پیش نظر حکومتوں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ اپنی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ نوٹ جاری کیے جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور آہستہ آہستہ ان نوٹوں کی تعداد بڑھتی گئی، یہاں تک کہ ان نوٹوں کے مقابلے میں سونے کی مقدار حکومت کے پاس انتہائی کم ہوگئی۔

اور اب حکومتوں کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ اگر لوگوں نے ان نوٹوں کے بدلے سونے کا مطالبہ کیا تو ان کے مطالبے کیسے پورے کیے جائیں گے؟ کیونکہ نوٹ زیادہ تعداد میں ہیں اور ان کے مقابلے میں سونا کم مقدار میں۔

چنانچہ حکومتوں نے اس خطرہ کے پیش نظر نوٹ اپنے قبضہ و تصرف میں لے کر ایک مخصوص اور معیاری صورت دیدی اور باقی تمام بینکوں پر اس قسم کے نوٹوں کے چھاپنے پر پابندی عائد کردی۔

اسی طرح حکومتوں کی جانب سے نوٹ کی سونے سے تبدیلی کو روکنے کے لئے مختلف قسم کے اقدامات کیے گئے آخر کار نوٹ کی سونے سے تبدیلی کو مکمل طور پر روک دیا گیا۔ چنانچہ اب نوٹ کے بدلے میں نوٹ ہی مل سکتا ہے نہ کہ سونا، چاندی۔ اور اب حکومتوں کے نزدیک نوٹ سونے یا چاندی کی رسید نہیں بلکہ الگ سے ایک مال یعنی ثمن اصطلاحی (Terminological currency) ہے۔

چنانچہ اس وضاحت کے باوجود بعض علماء کے نزدیک نوٹ قرض کی رسید تھی جن علماء نے اسے قرض کی رسید قرار دیا تھا ان کے نزدیک اس نوٹ کو جاری کرنے والے بینک کی حیثیت مقروض (Debtor) کی سی تھی، اور جس کے پاس نوٹ تھے وہ دائن (Creditor) کی حیثیت رکھتا تھا۔

بعض علماء کے نزدیک نوٹ ثمن اصطلاحی ہی تھا اور یہی نوٹ کی حقیقت ہے چنانچہ نوٹ کی فقہی حیثیت کے متعین نہ ہونے کی وجہ سے علماء کے درمیان نوٹ کے ذریعے خرید و فروخت، زکوۃ کی ادائیگی، اور دیگر معاملات میں اختلافات

رونما ہوئے۔

نوٹ اور خرید و فروخت اور زکوۃ کے أحکام

چنانچہ جن علماء نے نوٹ کو رسید سمجھا ان کے نزدیک نوٹ کے بدلے اشیاء کی خرید و فروخت میں نوٹ کا ادا کیا جانا "حوالہ" کی حیثیت رکھتا تھا۔ یعنی نوٹ کی ادائیگی کرنے والا قیمت کا "حوالہ" بینک یا حکومت کے کسی ایسے ادارے پر کردیتا تھا جہاں سے نوٹ شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ ان حضرات کے نزدیک نوٹ پر "حوالہ" کے احکامات عائد ہوتے تھے۔ اسی لئے ان کے نزدیک نوٹ کے ذریعے سے کیے جانے والے تمام سودے ادھار ہوا کرتے تھے، اور ان علماء کے نزدیک نوٹ کے ذریعے سے سونے چاندی کی خرید و فروخت ناجائز تھی؛ کیونکہ نوٹ کے ذریعے سے سونا چاندی کی خرید و فروخت کرنا درحقیقت اس سونے چاندی کی خرید و فروخت تھی جس کی یہ نوٹ رسید تھے۔

چنانچہ یہ "بیع صَرف" (یعنی ایسی بیع جس میں ثمن خلقی کے بدلے ثمن خلقی کو خریدا یا بیچا جاتا ہے جیسے نقدین (یعنی سونے اور چاندی) کے بدلے سونے اور چاندی کی بیع) تھی، اور "بیع صَرف" میں یہ ضروری ہے کہ "بدلین" یعنی خریدی اور بیچی جانے والی دونوں چیزوں پر اسی مجلس میں خریدنے اور بیچنے والے کا قبضہ ہوجائے اور نوٹ کے ذریعے سے سونا چاندی کی بیع (Sale) میں یہ شرط مفقود (Lost) تھی۔

اسی طرح ان حضرات کے نزدیک نوٹ کی موجودگی میں زکوۃ کی ادائیگی بھی واجب نہ تھی، اگرچہ لاکھوں روپوں کے نوٹ موجود ہوں۔ اور اسی طرح اگر کوئی نوٹ کے ذریعے سے زکوۃ کی ادائیگی کرتا تھا تو اس کی زکوۃ اس وقت تک ادا نہیں ہوتی تھی جب تک کہ فقیر ان نوٹوں کے بدلے میں کوئی چیز خرید نہ لیتا اور اگر فقیر کے استعمال سے پہلے یہ نوٹ گم ہوجاتے یا ضائع ہوجاتے تو بھی اس کی زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

اور جن علماء کی رائے میں نوٹ ثمنِ اصطلاحی ہے اُن کے نزدیک نوٹ کے ذریعے سے ثمن خلقی یعنی سونا چاندی کی بیع بلاشبہ جائز ہے۔ اس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے اور نوٹ کی ادائیگی سے زکوۃ بھی ادا ہوجاتی ہے۔

اسی طرح اور بہت سارے ایسے فقہی مسائل تھے جو صرف نوٹ کی فقہی حیثیت کے متعین نہ ہونے کی وجہ سے علماء کے درمیان مختلف رہے۔

چنانچہ نوٹ کی فقہی حیثیت کے متعین نہ ہونے کی وجہ سے عرب و عجم کے علماء حیران و پریشان تھے، جب بھی مفتیانِ عظام سے نوٹ کی شرعی حیثیت کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو کوئی خاطر خواہ جواب نہیں ملتا تھا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ زادھا الله شرفاً و تعظیماً کے مفتیِ احناف، جمال بن عبد اللہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا شرعی حکم بیان کرنے سے اپنا عذر یہ کہہ کر پیش کردیا کہ "العلم أمانة في أعناق العلماء" یعنی "علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے"۔

بہرحال ۱۳۲۳ھ میں سیدی اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت، رہبرِ شریعت، مجددِ دین و ملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن دوسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تو وہاں کے علماء کرام رحمھم اللہ نے اس موقع کو غنیمت جان کر آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن کی خدمت میں نوٹ سے متعلق بارہ سوالات پیش کردیے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق اس موضوع پر بھی قلم اٹھایا اور ان سوالات کے جوابات کو دلائل و براہین سے مزین و آراستہ کر کے احقاقِ حق فرما دیا۔

اور جب آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن کے تحریر کردہ جوابات عالم اسلام کے مقتدر و معزز علماء کرام رحمہم اللہ کے سامنے آئے تو سب حضرات نے آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن کی اس زبردست تحقیق کو نا صرف قبول کیا بلکہ آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن کو زبردست فقیہ اور متبحر عالمِ دین گردانا اور ساتھ ہی آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن کی اس تصنیف کو عالم اسلام کے لئے احسان عظیم قرار دیا۔ اور اسی تحقیق کو جسے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے آج سے تقریباً سو سال پہلے ہی پیش فرما چکے تھے آج کی جدید اکنامکس (Modern Economics) بھی تسلیم کر رہی ہے۔ اسی طرح سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، رہبرِ شریعت، مجددِ دین وملت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اس فتویٰ سے فی زمانہ نوٹ کی نوٹ کے ذریعے کی جانے والی (Exchange of Money) کا حکم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

www.dawateislami.net

نوٹ کی نوٹ سے بیع کا شرعی حکم

فی زمانہ کرنسی نوٹ اپنی اصل کے اعتبار سے تو کاغذ کا ایک ٹکڑا ہی ہے، لیکن ہر ملک کی کرنسی مقصود کے مختلف ہونے کی وجہ سے ایک علیحدہ جنس ہے؛ کیونکہ کرنسی سے مقصود کاغذ کا ٹکڑا نہیں بلکہ اس سے قوتِ خرید کا ایک مخصوص معیار مراد ہوتا ہے۔ اور شرعاً یہی بات یعنی مقصود یا اصل کا مختلف ہونا ہی اجناس کے مختلف ہونے کا مدار ہے جیسا کہ آٹا، روٹی اور گندم ہر ایک علیحدہ علیحدہ جنس شمار کیے جاتے ہیں اگر چہ اصل کے اعتبار سے یہ سب ایک ہی چیز یعنی گندم ہیں۔ چنانچہ مختلف ممالک کی کرنسی مختلف ناموں کے ساتھ ساتھ قوتِ خرید کا ایک علیحدہ اور مخصوص معیار رکھتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جو چیز پاکستانی ایک روپیہ کے بدلے میں ایک ملتی ہے، وہی چیز ایک امریکن ڈالر کے بدلے میں تقریباً ساٹھ کی تعداد میں مل جاتی ہے، اور ایک سعودی ریال کے بدلے میں تقریباً پندرہ یا سولہ تک مل سکتی ہے۔ اسی طرح وہ چیز مختلف ممالک کی کرنسی کے اعتبار سے مختلف تعداد میں خریدی جا سکتی ہے اور یہ تعداد قوت خرید کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل بھی ہو جاتی ہے۔

چنانچہ قوانینِ شرعیہ کی روشنی میں جب کسی چیز کے مقصود یا اصل یا بناوٹ میں ایسی تبدیلی آ جائے کہ جس کی وجہ سے اس کا نام اور کام بدل جائے تو اسکی جنس کے بدلنے کا حکم لگا دیا جاتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"إن الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود أو بتبدل الصفة".

("الدرالمختار" مع "رد المحتار"، كتاب البيوع، باب الربا، ج ٧، ص ٤٣٧)

www.dawateislami.net

ترجمہ: "جنس میں اختلاف اصل یا مقصود یا صفت کے بدلنے سے ہوتا ہے"۔

اسی طرح صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو تفصیل سے ارشاد فرماتے ہیں:

"مقصد یہ ہے کہ جنس کے اختلاف واتحاد میں اصل کا اتحاد و اختلاف معتبر نہیں بلکہ مقصود کا اختلاف جنس کو مختلف کر دیتا ہے، اگر چہ اصل ایک ہو، اور یہ بات ظاہر ہے کہ روئی اور سوت اور کپڑے کے مقاصد مختلف ہیں، یونہی گیہوں

اوراس کے آٹے کو روٹی سے بیچ کر سکتے ہیں کہ ان کی بھی جنس مختلف ہے"۔ ("بہارِ شریعت"، ج۲،حصہ ۱۱،ص ۹۸)

چنانچہ کسی بھی دو اشیاء کی اصلیت اگرچہ ایک ہی کیوں نہ ہو اگر ان کے مقصود یا صفت میں تبدیلی ہو جائے تو ان کی جنسیں مختلف ہو جائیں گی۔ جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی کی عبارت سے ظاہر ہے کہ روٹی کی بیچ گندم کے ساتھ ادھار اور کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے، حالانکہ ان کی اصل ایک ہے صرف بناوٹ میں تبدیلی ہونے کی وجہ سے ان کے نام اور کام میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔

چنانچہ ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ جنس شمار کیا گیا، اسی مسئلہ کو مزید تفصیل سے بیان کرتے ہوئے امام سراج الدین عمر ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: "يصح أيضاً بيع الخبز بالبر وبالدقيق متفاضلاً في أصح الروايتين عن الإمام، قيل: هو ظاهر المذهب لعلمائنا الثلاثة، وعليه الفتوى عدداً و وزناً، كيف ما اصطلحوا عليه؛ لأنه صار بالصنعة جنساً آخر". ("النهر الفائق"، كتاب البيوع، باب الربا، ج ٣، ص ٤٧٨)

ترجمہ: "امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول دو روایتوں میں سے اصح روایت کے مطابق روٹی کی بیچ گندم اور آٹے کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ جائز ہے، لوگوں میں جس طرح رائج ہو خواہ از روئے عدد بیچ کی جائے یا از روئے وزن، اور کہا گیا ہے کہ ہمارے علماء ثلاثہ (یعنی امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رضی اللہ تعالی عنہم) کا یہی ظاہر مذہب ہے، اور اسی پر فتوی ہے؛ کیونکہ روٹی بناوٹ کی تبدیلی کی وجہ سے مختلف جنس ہوگئی"۔

اسی طرح اگر کوئی دو اشیاء کہ جن کی اصل ایک ہو مگر ان کے مقصود میں تبدیلی آ جائے تو مختلف جنس شمار کی جاتی ہیں، مثلا دنبے کا گوشت اور چکتی اور پیٹ کی چربی کہ ان میں ہر ایک علیحدہ جنس ہے۔

جیسا کہ امام سراج الدین عمر ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "صح أيضاً بيع (شحم البطن بالألية) مخففة (أو باللحم) متفاضلاً؛ لأنها وإن كانت كلها من الضأن إلّا أنها أجناس مختلفة لاختلاف الأسماء والمقاصد". ("النهر الفائق"، كتاب البيوع، باب الربا، ج ٣، ص ٤٧٨)

ترجمہ: "پیٹ کی چربی کو چکتی کی چربی اور گوشت کے بدلے میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنا بھی جائز ہے، کیونکہ یہ سب اشیاء اگرچہ دنبے ہی سے ہیں مگر نام اور مقصود کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف جنس ہیں"۔

چنانچہ اسی طرح ہر ملک کی کرنسی کی اصل تو کاغذ ہی ہے مگر ان کے نام، صفت اور مقاصد کے مختلف ہونے کی وجہ سے مختلف اجناس ہیں۔

www.dawateislami.net

ایک اہم مسئلہ

چنانچہ جب یہ بات واضح ہو چکی کہ ہر ملک کی کرنسی ایک علیحدہ جنس ہے تو یہ بھی یاد رہے کہ فی زمانہ رائج نوٹ فلوس (یعنی تانبے اور پیتل کے سکوں) کے حکم میں ہیں۔ اور قوانین شرعیہ کی روشنی میں ایک ہی ملک کے سکوں کی آپس میں کمی بیشی کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے، البتہ! ادھار ناجائز ہے۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "ہدایہ شریف" میں ہے: "يجوز بيع الفلس بفلسَين بأعيانهما". ("الهداية"، كتاب البيوع، باب الربا، الجزء

الثالث، ص۶۳) ترجمہ: "ایک متعین سکے کی بیع دو متعین سکوں کے ساتھ جائز ہے"۔

اسی طرح "کنز الدقائق "، "فتح القدیر "، "عنایہ "، "کفایہ"، "البحر الرائق"، " النهر الفائق "، "الدر المختار " ، " طحطاوی علی الدر" اور" ردالمحتار" میں ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا عبارت میں "متعین" کی قید اس لئے لگائی ہے، کہ ہر ملک کی کرنسی ایک علیحدہ جنس (Spesies) ہے، چنانچہ جب ایک ہی ملک کے نوٹوں کا آپس میں تبادلہ کیا جائے گا تو قدر (Dimension/Weight And Measurement) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے کمی بیشی جائز، اور جنس کے پائے جانے کی وجہ سے ادھار ناجائز ہوگا؛ کیونکہ جب سود کی دو علتوں یعنی جنس اور قدر میں سے کوئی ایک علت پائی جائے تو کمی بیشی حلال اور ادھار ناجائز ہوتا ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام برهان الدین امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

www.dawateislami.net

"إذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النسأ مثل أن يسلم هروياً في هروي أو حنطة في شعير". ("الھدایۃ"، کتاب البیوع، باب الربا، الجزء الثالث، ص۶۲) ترجمہ: "اگر سود کی دونوں علتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے اور دوسری نہ پائی جائے تو زیادتی (کمی بیشی) جائز ہے اور ادھار حرام ہے، جیسے کہ ہرات کے بنے ہوئے کپڑے کو ہرات ہی کے کپڑے کے عوض بیچے یا گندم کو جو کے بدلے میں"۔

چنانچہ ایک ہی ملک کے نوٹوں کے آپس میں تبادلہ کے وقت قدر کے مفقود ہونے کی وجہ سے کمی بیشی جائز ہوگی، اور جنس کے پائے جانے کی وجہ سے ادھار ناجائز، مثلاً دس روپے کے نوٹ کو بیس روپے یا اس سے کم یا زائد میں ہاتھوں ہاتھ بیچنا جائز ہوگا۔ اور اگر دو مختلف ممالک کی کرنسیز کا آپس میں تبادلہ کیا جائے تو کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے، صرف ایک جانب سے قبضہ کافی ہے۔

چنانچہ صاحب "درمختار" امام علاؤ الدین حصکفی رحمہ اللہ تعالی اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"(باع فلوساً بمثلها أو بدراهم أو بدنانير، فإن نقد أحدهما جاز) و إن تفرقا بلا قبض أحدهما لم يجز") ("الدر المختار"، کتاب البیوع، باب الربا، ج۷، ص۴۳۳)

ترجمہ: "اگر کسی نے فلوس کو فلوس کے عوض یا درہموں یا دیناروں کے عوض بیچا پس ان میں سے کسی ایک پر قبضہ ہو گیا تو جائز ہے، اور اگر جانبین میں سے کسی ایک پر بھی قبضہ نہ ہوا تو جائز نہیں ہے"۔

کیونکہ نوٹ عددی (گن کر خریدی اور بیچی جانے والی چیز) ہے اور عددی میں کمی بیشی جائز ہے کما قالوا ساداتنا الحنفية رحمهم الله تعالى: "لا ربا في معدودات"

www.dawateislami.net

("بدائع الصنائع"، کتاب البیوع، ربا النسیئہ، ج۴، ص۴۰۴، ۴۰۶، ملخصاً)

یعنی "شمار کر کے بیچی جانے والی اشیاء میں سود نہیں ہوتا"۔

نیز مختلف ممالک کے کرنسی نوٹ کی جنسیں مختلف ہونے کی وجہ سے ان میں ادھار بھی جائز ہے، جیسا کہ صاحب "ہدایہ" رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: "وإذا عدم الوصفان الجنس والمعنى المضموم إليه حلّ التفاضل والنسأ"

("الھدایۃ"، کتاب البیوع، باب الربا، الجزء الثالث، ص٦٢)

ترجمہ:"اور جب سود کی دونوں ہی علتیں یعنی جنس اور قدر نہ پائی جائیں تو کمی بیشی اور ادھار حلال ہے"۔

سوالات مع خلاصۂ جوابات

اب ذیل میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے کیے گئے سوالات اور ان کے جوابات خلاصہ کے طور پر پیشِ خدمت ہیں:۔

سوال نمبر ا کیا یہ نوٹ مال(Property) ہے یا تحریری اقرار نامہ(Stamp Paper) کی طرح کوئی سند(Cheque) ہے؟

جواب: سیدی اعلیٰ حضرت ،امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سوال کے جواب میں کسی انسائیکلوپیڈیا (Encyclopedia) یا اکنامکس کی کتاب کا حوالہ دینے کے بجائے بحیثیت فقیہ وامام وشیخ الاسلام فقہی اصول وقوانین کی روشنی میں ارشاد فرمایا کہ: "نوٹ کی حقیقت کاغذ کا ایک ٹکڑا ہے جو مالِ متقوّم (Valuable Property) ہے، اور سکّہ(Currency) ہونے کی وجہ سے لوگوں کی رغبت اس کی طرف بڑھ گئی اور یہ حاجت وضرورت کے وقت کام آنے والی اور ضرورت کے لئے سنبھال کر رکھی جانے والی چیز ہوگئی۔"ردالمحتار"، "بحرالرائق"، "اور تلویح" میں "مال" کی یہی تعریف کی گئی ہے لہٰذا نوٹ شرعاً، عقلاً اور عرفاً "مال" ہے، نہ کہ تمسک یا رسید(Receipt) وغیرہ۔

چنانچہ علامہ کمال الدین عبدالواحد ابن ہمام "فتح القدیر" میں فرماتے ہیں:

"لو باع کاغذۃ بألف یجوز و لا یکرہ".

(فتح القدیر، کتاب الکفالۃ، ج٦، ص٣٢٤)

ترجمہ:"اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار روپے کے بدلے میں بیچے تو یہ خرید وفروخت بلا کراہت جائز ہے"۔

بہرحال اس کاغذ کے ٹکڑے پر لکھائی وغیرہ کی وجہ سے اس کی اتنی قیمت ہوگئی ہے اور شرعاً اس کی ممانعت بھی نہیں، بلکہ "قرآن کریم" میں واضح دلیل موجود ہے۔﴿اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ﴾(پ٥، النسآء:٢٩)

ترجمۂ کنزالایمان:" مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو"۔

پھر آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے وضاحت فرمائی کہ مال چار قسم کا ہوتا ہے:۔

١......وہ اشیاء جو ہر حال میں ثمن(Money) رہیں، جیسے سونا، چاندی وغیرہ۔

٢......وہ اشیاء جو ہر حال میں مبیع(Sold Thing) رہیں، جیسے کپڑے اور چوپائے وغیرہ۔

٣......وہ اشیاء جن کی ذات میں(Infocus) کوئی ایسا وصف(Description) ہو جس کی وجہ سے وہ چیز کبھی ثمن کہلاتی ہو اور کبھی مبیع۔

٤......وہ اشیاء جو حقیقۃً متاع(Chattel) ہوں اور اصطلاحاً ثمن(Currency)، جیسے پیسے کہ جب تک ان کا رواج رہے ثمن ہیں ورنہ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائینگے۔

اور نوٹ اسی چوتھی قسم سے ہے؛ کیونکہ اصل میں تو یہ ایک متاع (Chattle) ہے اور عام بول چال میں ثمن ہے اسی لئے نوٹ کے ساتھ تمسک (Receipt) یا وثیقہ (Written Agreement) جیسا معاملہ نہیں، بلکہ ثمن کا سا معاملہ کیا جاتا ہے۔

بہر حال موقع کی مناسبت سے ہم یہاں "فتح القدیر" کی مذکورہ بالا عبارت سے متعلق ایک دلچسپ واقعہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:۔

۴ ر صفر ۱۳۲۴ھ کو سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالی علیہ "کفل الفقیہ" کے مُبَیَّضہ (پہلی مرتبہ لکھی گئی تحریر کو ترتیب دیے جانے کے بعد) کی پروف ریڈنگ کے لئے کتب خانہ حرم میں پہنچے، دیکھا کہ ایک جید عالم مولانا عبداللہ بن صدیق مفتی حنفیہ بیٹھے "کفل الفقیہ" کے مسوّدہ (First Copy) کا مطالعہ کر رہے ہیں۔

جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے "فتح القدیر" سے یہ عبارت نقل فرمائی کہ " لو باع كاغذة بألف يجوز ولا يكره" (فتح القدیر، کتاب الکفالۃ، ج ۶، ص ۳۲۴)

یعنی "اگر کوئی شخص اپنے کاغذ کا ٹکڑا ہزار روپے میں بیچے تو بلا کراہت جائز ہے" تو پھڑک اٹھے اور اپنی ران پر ہاتھ مار کر بولے "أَيْنَ جَمَالُ ابْنُ عَبْدِاللهِ مِنْ هٰذَا النَّصِّ الصَّرِيْحِ" ترجمہ: "جمال بن عبداللہ اس واضح دلیل سے کہاں غافل رہ گیا"......!

کیونکہ جب گزشتہ زمانے میں حضرت مولانا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی۔علیہ الرحمۃ۔ مفتی حنفیہ تھے تو ان سے بھی نوٹ کے بارے میں سوال ہوا تھا۔انہوں نے جواب میں لکھا کہ "علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے، مجھے اس کے جزئیہ (Detail) کا کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کیا حکم دوں" موجودہ مفتی حنفیہ مولانا عبداللہ بن صدیق کا اشارہ انہیں کی جانب تھا۔

("سوانح إمام أحمد رضا"، ص ۳۱۴)

بہر حال عرب کے علماء کرام رحمۃ اللہ تعالی علیہم نے تو نوٹ کی حقیقت بیان کرنے سے معذرت کر کے دیانت داری کا ثبوت دیا اور بقول حضرت سیدنا علی مرتضی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کہ "لا أدري یعنی میں نہیں جانتا کہنا نصف علم ہے" کہہ کر لائقِ تحسین ہوئے۔لیکن مخالفین میں سے بعض کو سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کی دلائل سے مزین ومبرہن یہ تحقیق انیق ہضم نہیں ہوئی بلکہ نوٹ سے متعلق پوچھے گئے سوالات کے جوابات میں تصریحاتِ ائمہ کی مخالفت کر کے حکمِ شرع کچھ کا کچھ کر دیا جس کا روشن ثبوت دیوبندی علماء کا سرخیل مولوی رشید احمد گنگوہی ہے، جو دیوبندی حضرات کے نزدیک تمام علوم دینیہ میں منصب امامت پر فائز، نیز فقہ میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی زیادہ متبحر عالم اور صاحب "بحر الرائق" کے ہم پلہ وفقیہ النفس تھا۔ (یہ سب دعوے "فتاوی رشیدیہ" کے دیباچے میں تحریر کیے گئے ہیں) گنگوہی موصوف سے نوٹ کے بارے میں پوچھے گئے سوالات میں سے دو کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

۱:......نوٹ کی خرید وفروخت برابر قیمت پر بھی درست نہیں مگر اس میں حیلہ حوالہ ہوسکتا ہے اور بحیلۂ عقدِ حوالہ کے جائز ہے مگر کم زیادہ پر بیع کرنا ربا یعنی سود اور ناجائز ہے۔ ("فتاوی رشیدیہ"، ص ۴۷۶)

۲:......روپیہ بھیجنے کی آسان ترکیب نوٹ کی رجسٹری یا بیمہ کرادینا ہے۔ ("فتاویٰ رشیدیہ" ص۴۸۹)

مذکورہ بالا کتاب میں گنگوہی موصوف نے اسی طرح کے مزید اور جوابات بھی دیے ہیں جن کو شریعتِ مطہرہ سے کچھ پاس نہیں۔ الامان الحفیظ

۱۳۲۹ھ میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے "الذیل المنوط لرسالة النوط" کے تاریخی نام سے ایک مستقل رسالہ جو "کفل الفقیہ" کا تتمہ ہے لکھا، اس میں گنگوہی موصوف کے مذکورہ فتاوی کا جو کہ تصریحاتِ ائمہ کے خلاف ہیں۔ کتبِ حدیثیہ وفقہیہ مثلاً '' ترمذی ''، '' نسائی ''، ''احمد''، '' ہدایہ ''، '' فتح القدیر ''، ''عنایہ ''، "عالمگیری"، "درمختار"، "بحر الرائق"، "نہر الفائق"، "شامی"، "فتاویٰ قاضی خان" وغیرہ کی روشنی میں وہ اٹھارہ محققانہ ردّ فرمائے کہ اہل علم حضرات کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر بجالائے کہ انہیں ایسے زبردست، مایہ ناز، محقق وفقیہِ اعظم کے فیوض وبرکات سے مستفید ہونے کا شرف ملا۔

علامہ عبدالحیٔ صاحب لکھنوی نے بھی اس بارے میں ایک طویل فتویٰ جاری کیا تھا جو ان کے فتاویٰ کی جلد دوم میں چھبیسواں فتویٰ ہے۔ موصوف ایک متبحر عالم تھے لیکن ان کی تحقیق (Research) اس بارے میں ائمہ کرام کی تصریحات کے خلاف واقع ہوئی، چنانچہ علمی غلطیوں سے چشم پوشی کرجانا ایک مجدد کی شان سے بعید ہے؛ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ شانہ مُجدِّدِ دین کو پیدا ہی اس لئے کرتا ہے کہ دین میں جب غلط باتیں شامل کی جارہی ہوں تو مجدِّد اللہ رب العزت کی مدد و نصرت سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردکھائے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے علامہ عبدالحیٔ کے فتویٰ پر دلائل کی روشنی میں محققانہ انداز سے ایک سو بیس اعتراضات (Objections) پیش کیے ان بلند پایہ ابحاث کو دیکھ کر مصنف پر مجتہد ہونے کا گمان گزرتا ہے، لیکن آپ علیہ الرحمۃ نے اس انعام خداوندی کا اظہار یوں فرمایا: "وللہ الحمد، بایں ہمہ حاشانہ فقیر مجتہد ہے نہ ائمہ مجتہدین کے ادنیٰ غلاموں کا پاسنگ، ان کی خاکِ نعل کے برابر بھی منہ نہیں رکھتا، نہ معاذ اللہ شرع الٰہی میں اپنی عقل قاصر کے بھروسے پر کچھ بڑھا سکتا ہے۔ اس فتویٰ اور ان دونوں رسالوں میں جو کچھ ہے جہد المقل ہے یعنی ایک بے نوا محتاج کی اپنی طاقت بھر کوشش"۔

سوال نمبر۲: جب نوٹ کی مالیت نصاب (Minimum Amount of Property Liable for paying Zakat) تک پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو نوٹ پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟

جواب: چونکہ بعض حضرات کے نزدیک نوٹ کی حیثیت رسید کی سی تھی، لہٰذا ان کے نزدیک نوٹ پر زکوٰۃ کی ادائیگی بھی واجب نہ تھی؛ کیونکہ قوانینِ شرعیہ کی رو سے مال اگر کسی کو قرض دیا گیا ہو تو اس پر اس وقت تک زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوتی کہ جب تک اس مال کے پانچویں حصہ پر قبضہ نہ کرلے۔ چنانچہ اس مسئلے کو ذہن میں رکھتے ہوئے جواب ارشاد فرمایا کہ نوٹ میں زکوٰۃ اپنی شرطوں کے ساتھ واجب ہے کہ وہ خود قیمتی مال (Valuable Property) ہے دستاویز یا قرض کی رسید نہیں کہ جب تک نصاب کا پانچواں حصہ قبضے میں نہ آئے زکوٰۃ دینا واجب نہ ہو، اور نوٹ میں نیت تجارت کی بھی حاجت نہیں اس لئے کہ فتویٰ اس پر ہے کہ ثمن اصطلاحی (Terminological Currency)

www.dawateislami.net

جب تک رائج ہے زکوٰۃ اس میں واجب ہے۔اس سوال سے اس وہم کا ازالہ بھی مقصود تھا جو کہ بعض لوگوں کے غلط فتوی کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا وہ یہ کہ چونکہ نوٹ سونے چاندی کی رسید ہے اس لئے فقیر جب تک ان نوٹ کو خرچ نہ کرلے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اگر بالاتفاق فقیر کے استعمال سے پہلے یہ نوٹ فقیر سے ضائع ہو گئے تو بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔لہذا امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالی نے واضح لفظوں میں فرمادیا کہ نوٹ خود قیمتی مال ہے، مطلقاً فقیر کو از روئے تملیک حوالے کرنا زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے کافی ہے۔

سوال نمبر۳: کیا اسے مہر(Dower) میں دینا درست ہے؟

جواب: یہ سوال اس لئے کیا گیا تا کہ یقینی طور پر واضح ہو جائے کہ نوٹ "مال" ہے کیونکہ شرعی قوانین کے مطابق مہر میں وہی چیز دی جاسکتی ہے جو کہ بیع میں ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہو، اور بیع میں ثمن وہی چیز بن سکتی ہے جو کہ "مال" ہو۔ چنانچہ آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "نوٹ مہر میں دیا جاسکتا ہے"۔

سوال نمبر۴: اگر کوئی اسے محفوظ مقام سے چوری کرے تو اسکا ہاتھ کاٹنا واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب: نوٹ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ حدّ جاری ہونے کی دیگر شرائط بھی پائی جائیں؛ کیونکہ نوٹ "مال" ہے۔یہ سوال بھی اسی لیے کیا گیا تھا کہ نوٹ کا "مال" ہونا متیقن ہو جائے۔

سوال نمبر۵: اگر کوئی شخص کسی کا نوٹ ضائع کردے تو اس کے بدلے میں نوٹ ہی دینا ہوگا یا چاندی کے روپے بھی دیئے جاسکتے ہیں؟

جواب: اس سوال سے بھی اس بات کی وضاحت طلب کرنا مقصود تھی کہ نوٹ رسید ہے یا ثمن اصطلاحی؟ کیونکہ قوانینِ شرعیہ کی رو سے صرف مال ہی کے ضائع کرنے پر تاوان لازم آتا ہے، چنانچہ اگر نوٹ مال ہوا تو تاوان ہوگا اور صرف رسید یا تمسک ہوا تو تاوان لازم نہ ہوگا، نیز یہ کہ نوٹ کی ثمنیت چاندی کی ثمنیت کی طرح ہے یا اس سے درجے میں کم ہے، تو اعلی حضرت، امام اہلسنت علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "کوئی کسی کا نوٹ ضائع (Destruction) کردے تو اس کے تاوان(Penalty) میں نوٹ ہی دینا لازم آئے گا، اور ضائع کرنے والے کو خاص چاندی کا روپیہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا"۔اعلی حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اس جواب سے یہ بات واضح ہوئی کہ "نوٹ کے بدلے نوٹ ہی دیا جائے گا؛ کیونکہ تاوان کی ادائیگی میں یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ جب کسی چیز کا مثل(Similar Thing) دیا جانا ممکن ہو تو اس کی قیمت کی طرف پھرنا جائز نہیں، ہاں! اگر مثلی چیز دینے پر قادر نہ ہو تو اس کا بدل بھی دیا جانا جائز ہے۔چنانچہ معلوم ہوا کہ چاندی نوٹ کا بدل ہو سکتی ہے"۔

سوال نمبر۶: کیا اس نوٹ کو چاندی کے روپوں یا سونے کی اشرفیوں یا تانبے کے پیسوں کے بدلے میں بیچنا جائز ہے؟

جواب: چونکہ بعض لوگوں کے نزدیک نوٹ مال نہ تھا، بلکہ یہ تو سونے چاندی کی رسید تھی، لہذا اس کے ذریعے سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں تھی، جیسا کہ ہم نے ابتدائی سطور میں اس بات کو ذکر کیا ہے۔لہذا اس سوال سے لوگوں کے غلط فتوی کی وجہ سے پیدا ہونے والے وہم کا ازالہ مقصود تھا، چنانچہ امام اہلسنت مجدّدِ دین وملت رحمہ اللہ تعالی

نے نہ صرف اس وہم کا ازالہ فرمایا بلکہ اس کے علاوہ وارد ہونے والے ایک اعتراض کا جواب بھی پیشگی دیدیا۔وہ اعتراض کچھ اس طرح سے ہے کہ بیچی جانے والی شے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مال متقوم ہو اور اس کی کم از کم قیمت ایک پیسہ ہو، جبکہ نوٹ میں جو کاغذ استعمال ہوتا ہے اس کی قیمت ایک پیسے کے برابر بھی نہیں ہوتی، لہٰذا نوٹ کی خرید وفروخت درست نہیں ہونی چاہیے۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نوٹ سے سونے کی اشرفیاں اور چاندی کے سکے یعنی دراہم خریدنا جائز ہے، جیسا کہ تمام شہروں میں اس پر عملدرآمد ہے۔اور دوسرے اعتراض کو چار طریقوں سے رفع فرمایا۔

اول : اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ شئے کی اصل مالیت کا اعتبار نہیں، بلکہ آج کل اس کی جو قیمت ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا، چنانچہ فرماتے ہیں: اصل کے لحاظ سے اگر چہ وہ کاغذ کا ٹکڑا واقعی ایک پیسے کا بھی نہیں، لیکن اصطلاحی طور پر تو آج اس کی مالیت سوا ہزار روپے کی ہے، لہٰذا موجودہ مالیت کو دیکھا جائے گا نہ یہ کہ اصل میں کیا ہے۔

دوم : مٹی کے برتن مسلمانوں میں بکتے اور خریدے جاتے ہیں ان کی اصل مٹی ہے اور مٹی مال نہیں۔

سوم : خود دھات کے بنے ہوئے پیسے کی جو مروّجہ قیمت ہے وہ اس کی اصل کے لحاظ سے نہیں، یوں تو پیسے کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں رہتی کہ اصل کے لحاظ سے خود پیسے کی قیمت بھی ایک پیسہ نہیں ہے۔

چہارم: عالم دین کی شرعاً عقلاً عرفاً تعظیم کی جاتی ہے حالانکہ اصل میں وہ بھی دوسرے آدمیوں کی طرح بے خبر پیدا ہوا تھا۔

مزید برآں " کفایہ "، " فتح القدیر "، " رد المحتار "، " بحر الرائق "، " کشف کبیر "، "تنویر الابصار "، " قنیہ "، " ظہیریہ "، "درر وغرر "، " غنیۃ "، " شرنبلالی "، "طحطاوی " اور " درمختار " وغیرہا کتب سے اس مسئلے کا تسلی بخش اور مدلل جواب دیا۔

سوال نمبر۷: اگر نوٹ کے عوض کپڑے خریدے جائیں تو یہ خرید وفروخت بیع مطلق(Absolute Sale) کہلائیگی یا مقایضہ(Barter Sale)؟

جواب: نوٹ ثمن اصطلاحی ہے، تو کپڑے سے اس کا بدلنا مقایضہ نہ ہوگا، بلکہ بیع مطلق ہوگا، اور خاص وہی نوٹ دینا لازم نہ آئے گا، بلکہ پیسوں کی طرح ذمہ پر لازم ہوگا۔

سوال نمبر۸: کیا اس نوٹ کو بطور قرض دینا جائز ہے اگر جائز ہے؟ تو ادائیگی قرض کے وقت نوٹ ہی واپس کیے جائیں گے یا چاندی کے روپے بھی دیئے جاسکتے ہیں؟

جواب: نوٹ قرض دینا جائز ہے؛ کیونکہ نوٹ مثلی شئے(Similar Thing) ہے، اور اس کی ادائیگی مثلی اشیاء ہی سے کی جائے گی، بلکہ ہر قرض اپنی مثل ہی سے ادا کیا جاتا ہے۔ہاں البتہ! اگر قرض دیتے وقت شرط نہ کی گئی تھی، بلکہ ادائیگی کے وقت ادا کرنے والے نے کسی اور صورت میں ادائیگی کرنا چاہی اور لینے والا بھی راضی ہوگیا تو جائز ہے۔

سوال نمبر۹: کیا کرنسی نوٹ کو چاندی کے روپوں کے بدلے میں ایک معین مدت تک کے لئے ادھار بیچنا جائز ہے؟

www.dawateislami.net

جواب: نوٹ کو چاندی کے دراہم کے بدلے میں ادھار بیچنا جائز ہے جب کہ اسی مجلس میں نوٹ پر قبضہ کرلیا جائے تاکہ طرفین دَین کے بدلے دَین بیچ کر جدا نہ ہوں چنانچہ اس موقف پر سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے کتبِ فقہیہ کی روشنی میں زبردست دلائل دیے اور اس مسئلے کے متعلق پوری فقہ حنفی کا نچوڑ بیان کر کے رکھ دیا، بہر حال اس سوال کے جواب میں آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے جس انداز میں دلائل کے انبار لگائے ہیں وہ آپ کی فقہی مہارت تامہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

سوال نمبر۱۰: کیا اس نوٹ میں بیع سلم(V.alivrer) جائز ہے؟

جواب: شرعی اصول وقوانین کی روشنی میں ثمن میں بیع سلم جائز نہیں؛ کیونکہ یہ متعین نہیں ہوتے، اور اسی وجہ سے سونا چاندی میں بھی بیع سلم جائز نہیں ہے، اور نوٹ بھی ثمن اصطلاحی ہیں، لہذا اس اعتبار سے ان میں بیع سلم جائز نہیں ہونی چاہیے مگر سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے فرمایا کہ "نوٹ میں بیع سلم جائز ہے کیونکہ جب ان کی ثمنیت باطل کردی جائے تو یہ کاغذ کے ٹکڑے ہونے کی وجہ سے متعین ہو جائیں گے، ہاں البتہ! امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایتِ نادرہ "بحر" میں اس کے خلاف آئی ہے"۔ پھر آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس موقف پر بھی "ہدایہ شریف"، "فتح القدیر"، "درمختار" اور دیگر کتب فقہیہ کی روشنی میں بحث کی، نیز دلائلِ عقلیہ ونقلیہ سے امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے اِثبات کو امام محمد رحمہ اللہ کے انکار پر ترجیح دی، اور ثابت کیا کہ اس باب میں فتویٰ شیخین رحمہما اللہ کے قول پر دینا چاہیے۔

سوال نمبر۱۱: کیا نوٹ کو اس کی مالیت سے کم یا زیادہ قیمت کے بدلے بیچنا جائز ہے؟ مثلاً بارہ کا نوٹ دس یا بیس کے نوٹ کے عوض بیچنا؟

جواب: نوٹ پر جتنی رقم لکھی ہے اس سے کم یا زیادہ جتنے پر بھی خریدنے اور بیچنے والے راضی ہو جائیں، اس کا بیچنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ بات بخوبی واضح ہو چکی ہے کہ نوٹوں کا مخصوص قیمت سے اندازہ کرنا صرف لوگوں کی اصطلاح (Terminology) کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، یعنی سو روپے کا نوٹ صرف اس لئے سو روپے کا کہلاتا ہے کہ عرف عام میں اسے سو روپے کے برابر سمجھا جاتا ہے اور خریدنے اور بیچنے والے پر کوئی تیسرا زبردستی نہیں کرسکتا؛ کیونکہ اس تیسرے کو ان دونوں پر کوئی ولایت (GuardianShip) حاصل نہیں، جیسا کہ "ہدایہ" اور "فتح القدیر" کے حوالے سے گزر چکا کہ بائع ومشتری (Seller & Purchaser) کو اختیار ہے کہ کم یا زیادہ جتنی قیمت چاہیں مقرر کرلیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کے بیان کردہ مسئلے سے بعض کو سود (Usury) کا اشتباہ ہوسکتا تھا چنانچہ آپ علیہ رحمۃ الرحمٰن نے اس مسئلہ کی بھی وضاحت فرمادی کہ سود کی دو علتیں (Causes) ہیں، ایک جنس اور دوسری قدر (یعنی کسی چیز کا مکیلی یعنی ناپ کر بکنا یا موزونی یعنی وزن سے بکنا)، اگر کسی چیز کے کسی دوسری چیز سے تبادلے میں قدر (Dimension) اور جنس (Species) دونوں یکساں ہوں تو کمی بیشی اور ادھار دونوں حرام۔ اور اگر جنس وقدر میں سے کوئی ایک علت پائی جائے تو کمی بیشی حلال اور ادھار حرام، اور نوٹ کی نوٹ سے خرید وفروخت میں سود کی دو علتوں

www.dawateislami.net

میں سے صرف ایک علّت یعنی جنس پائی جاتی ہے، لہذا کمی بیشی جائز اور ادھار نا جائز ہے۔
چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کثیر کتبِ فقہیہ کی روشنی میں نوٹ کا کم اور زیادہ پر بیچنا جائز ثابت کیا اور مولانا عبدالحیٔ صاحب لکھنوی کا فتویٰ جو اس کے خلاف تھا اس کی اصلاح فرمائی۔ اور آگے چل کر قوانینِ شرعیہ کی روشنی میں ایسے چھ شرعی حیلے (Stratagems) بیان کیے کہ جن پر عمل کر کے کثیر منافع حاصل کیے جاسکتے ہیں اور سود سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اگر فقہاء کرام کے بیان کردہ اُن طریقوں پر ہمارے اربابِ حل وعقد توجہ فرمالیں تو آج نہایت آسانی سے بینکنگ کے نظام کو شریعتِ مطہرہ کے عین مطابق زیادہ منافع بخش بنایا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر ۱۲: کیا یہ صورت کہ زید جب عمرو سے قرض لینا چاہے تو عمرو کہے کہ چاندی کے روپے تو میرے پاس نہیں البتہ دس کا نوٹ چاندی کے بارہ روپوں کے عوض تجھے ایک سال تک قسطوں (Instalment) پر بیچتا ہوں اس شرط پر کہ تم ہر مہینہ مجھے ایک روپیہ بطور قسط ادا کرو گے جائز ہے؟ یا پھر یہ صورت سود کا حیلہ ہونے کی وجہ سے منع ہے، اور اگر یہ صورت جائز ہے تو اس میں اور سود میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال اور وہ حرام ہے، حالانکہ دونوں سے مقصود (Intended) زائد مال کا حصول ہے۔

جواب: مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن ارشاد فرماتے ہیں: "اگر دونوں حقیقۃً بیع ہی کی نیت سے لین دین کریں اور قرض کی نیت نہ کریں تو یہ صورت جائز ہے، نیز اس صورت میں کمی بیشی اور مدت معیّنہ (Term) تک اُدھار بھی جائز ہے"۔ کیونکہ نوٹ کاغذ کی جنس سے ہے اور روپے چاندی کی جنس سے، چنانچہ دونوں کی جنسیں مختلف ہوئیں اور ان میں قدر بھی مشترک نہیں؛ کیونکہ دونوں ہی گن کر بکنے والی چیزیں ہیں، اور گن کر بکنے والی اشیاء میں سود نہیں ہوتا، جیسا کہ شروع میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے لہذا ان دونوں کے تبادلے میں کمی بیشی اور اُدھار دونوں ہی جائز ہیں۔ جیسا کہ ہم ان سب باتوں کی تحقیق بیان کر آئے اور قسط بندی بھی ایک قسم کی مدت معیّن کرنا ہی ہے یہ بھی جائز ہے، ہاں......! اگر دس کا نوٹ قرض دیا اور شرط کر لی کہ قرض لینے والا بارہ یا گیارہ روپے اب یا کچھ مدت بعد قسط بندی سے یا بلا قسط واپس دے تو یہ ضرور حرام اور سود ہے؛ کیونکہ یہ ایک قرض ہے جس سے نفع حاصل کیا گیا۔ اور بے شک ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

((کل قرض جر منفعة فهو ربا))

ترجمہ: "جو قرض کوئی نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے"۔

(کنز العمال، کتاب الدین والسلم، رقم الحدیث: ۱۵۵۱۲، ج۶، ص۹۹)

گویا اس صورت میں تجارت جائز اور قرض نا جائز ہے۔
اس کے بعد کتبِ حدیثیہ وفقہیہ کی روشنی میں امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نظریات واضح فرمائے اور ہر پہلو سے مسئلہ کی حقیقت کو روشن کر دکھایا۔ سود کی حد بندی کر کے جائز طریقوں پر نفع حاصل کرنے کی صورتیں بھی تحریر فرما دیں اور اس اعتراض "تو اس میں اور سود میں کیا فرق ہے کہ یہ حلال اور وہ حرام ہے؟" کا جواب بھی ارشاد فرما دیا۔

دعوتِ اسلامی
www.dawateislami.net

اب آیئے! سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اس مبارک رسالے **"کفل الفقیہ الفاھم في أحکام قرطاس الدراھم"** کا ترجمہ بنام "کرنسی نوٹ کے مسائل" ملاحظہ فرمائیں۔

شعبۂ کتب أعلی حضرت
المدینۃ العلمیۃ

دعوتِ اسلامی
www.dawateislami.net